سخنان منثّر و منثور

مرسل اعظمؐ کے عہد عدالت مہد ہی سے یہود و نصاریٰ اسلام کو ختم کردینے کے درپے ہیں۔ زمانہ گذر گیا ان کو یہی کرتے ہوئے جب کچھ بس نہ چلا تو پھر دین اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں شروع کیں۔ اسلامی لباس میں آکر مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگے۔ کبھی طاقت کا سہارا دے کر اور کبھی دولت فراہم کرکے اسلام کے نام پر حکمرانی کرنے والوں نیز مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے، نتیجے میں حکمرانوں اور مسلمانوں کے کارناموں اور حکومت کے ہاتھوں بکے ہوئے علماء کی تحریر وتقریر کی وجہ سے رسولؐ اسلام کی معصومانہ وحکیمانہ صورت مدھم اور اسلام کی تصویر بگڑی نظر آنے لگی۔ ساتھ ہی مسیحیوں کا جذبہ حاکمیت وتوسیع اقتدار بھی حصول شباب میں بیتاب تھا جس کے لئے انھیں اپنے سازشی نظام سے کافی مدد ملی پھر بس انھوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو پر عمل کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس طرح انھوں نے دنیا کے کتنے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔ ہندوستان کو لیجئے جہاں مسیحی، ملکہ الزبتھ اول کے زمانے میں تجارت کی غرض سے آئے تھے اور مشرقی ہند میں ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے نام سے تجارتی ادارہ بادشاہ ہند کی جی حضوری میں قائم کیا تھا وہی تجارتی کمپنی ایک دن حکومت میں بدل گئی اور ہندوستان انگریزوں کا غلام ہوگیا۔ مگر یہ سب ایسے ہی نہیں ہوگیا بلکہ بادشاہوں، وزیروں، راجاؤں، رئیسوں اور سپاہیوں کے آپسی اختلافات سے آہستہ آہستہ انھوں نے استفادہ کیا اور جہاں جہاں ممکن ہوا پھوٹ ڈال کر فائدہ اٹھایا ساتھ ہی ہندو ومسلم علماء وشعراء کو خریدنا شروع کردیا تاکہ وہ مذہبی تقریریں کرکے ان کا صفایا نہ کردیں اس طرح پہلے چھوٹے سے علاقہ پر قابض ہوئے اور رفتہ رفتہ وہ پورے ہندوستان کے مالک ہوگئے۔ مالک ہونے کے بعد ان کے سامنے حکومت انگلیشیہ کی حفاظت وپائداری کا مسئلہ سب سے اہم تھا۔ اس سلسلے میں انھیں بڑے جتن کرنے پڑے۔ بادشاہ، ملک میں ایک تھا اس کے رشتے دار سیکڑوں، صوبہ میں نواب ایک، علاقہ میں مہاراجہ ایک، محلے میں رئیس ایک لیکن ان کے اقرباء سیکڑوں ہوتے تھے اور ان کے بیچ نابرابری ونا انصافی کی فضا ہوتی تھی۔ وہ ایک کے سیکڑوں کو دشمن بنائے ہوتی تھی۔ ہندوؤں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کردی گئی تھی کہ یہ ایشور کی کرپا ہے جو انگریزوں کو اس نے حکومت دی اور مسلمانوں کا ہم پر سے تسلط ختم ہوا اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے متنفر کیا جانے لگا جس کا ایک نمونہ ہنومان گڑھی کا قضیہ تھا جس کے لئے امیر علی امیٹھوی کو جہاد کے لئے تیار کردیا اور دوسری طرف ہندوؤں کو مندر کی حفاظت کے لئے مدد دے دی۔ آخر کار امیر علی امیٹھوی قتل ہوئے اور ہندو مسلم فساد کی فضا سازگار کردی گئی۔ ساتھ ہی بابری مسجد کا مسئلہ ہندوؤں کی طرف سے اٹھوا دیا اور اسے رام جنم بھومی بتا کر اور کتابوں میں لکھوا کر اہل ہنود کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا کرنی شروع کردی جس کا انگریزوں نے کافی عرصہ تک فائدہ اٹھایا اور پھر کانگریس نے کچھ اور بی۔ جے۔ پی۔ نے تو جی بھر کے استفادہ کیا مگر ان سب کے استفادہ ہی نے پورے ہندوستان کو آتشکدہ بنادیا جس کا گجرات ایک بڑا نمونہ ہے۔

اودھ اور دکن میں چونکہ شیعہ حکومتیں تھیں اور غیر منقسم پورے ہندوستان میں شیعہ مہاراجہ، راجہ، رئیس اور زمیندار تھے اور سنی تو ہندوستان کا بادشاہ ہی تھا باقی تمام طرح کے مناصب جلیلہ سنیوں کے پاس تھے لہٰذا ان دونوں اسلامی فرقوں میں تفرقہ پھیلانا ضروری تھا اور دونوں ہی کے علماء وشعراء کو بھی اپنے حق میں کرنا ضروری تھا ورنہ مذہبی اختلاف وفساد ممکن نہیں تھا لہٰذا دونوں فرقوں کے دولت وثروت، جاہ ومنصب کے بھوکے علماء وشعراء کو اپنی مجربہ حکمت عملی سے خریدنا شروع کردیا۔ اور جب دونوں طرف کے علماء ہاتھ لگ گئے تو پھر نزاعی کتابیں لکھوانا شروع کردیں۔ چونکہ محیی الملۃ مجدد الشریعۃ بحر العلوم آیۃ اللہ العظمیٰ سید دلدار علی نقوی غفران مآب علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستان میں شیعوں کی بحیثیت قوم تشکیل کی تھی اور صوفیت واخباریت کو شکست دے کر شیعہ مذہب اور فقہ جعفری کو رائج فرمایا تھا اور اسی سیاست علوی

وروش محمدی سے ہندوستان میں مسیحیوں کو خطرہ لاحق ہوا لہٰذا بڑے پر چار وَ پرسار کے ساتھ تحفۂ اثنا عشریہ کی تالیف شروع کروادی جس کا جواب دینا حضرت غفران مآبؒ اور ان کے فرزندان وتلامذہ پر واجب تھا جو خاندان اجتہاد اور ان کے تلامذہ نے بڑے سلیقے اور شرافت کے ساتھ دینا شروع کیا بس یہیں پر انگریزوں نے شیعوں سے بھی سوء استفادہ کیا اور غفران مآبؒ کے ایک تلمیذ فقیہہ کو مزاج میں جاہ پسندی دیکھ کر ان سے تھوڑی قربت اختیار کی اور غفران مآبؒ کے بعد ان کو اور اعلم عالم بحر العلوم سید العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین نقوی علیین مکان (قبلہ وکعبہ میرن صاحب) ابن حضرت غفران مآبؒ کے شاگرد فقیہ کو اودھ سے میرٹھ اٹھالے گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے مفتی بنادیا۔ غفران مآبؒ کے شاگرد تو اپنی جاہ پسندی کی وجہ سے وہیں رہ گئے لیکن سید العلماء کے شاگرد اپنے ضمیر کا سودا نہ کرسکے اور لکھنؤ واپس آگئے۔ خاندان اجتہاد اور اس کے زیر اثر بیشتر تلامذۂ علماء انگریزوں کے مخالف تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ قید کر لئے گئے اور لکھنؤ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو ایسی حالت میں کوئی بھی نواب کے اہل خانوادہ سے ملنے سے بھی کتراتا تھا۔ مرجع تقلید جہان تشیع آیۃ اللہ العظمیٰ سلطان العلماء مولانا سید محمد نقوی رضوان مآبؒ نے ایک ہنگامی جلسہ کرکے نواب کے فرزند کے سر پر تاج ریاست رکھ ہی دیا۔ فقہاء وعلماء خاندان اجتہاد نے انگریزوں کی کھل کر اور ڈٹ کر مخالفت کی جس کی وجہ سے انھیں کافی عرصہ کے لئے شہر بدر ہونا پڑا۔ بیشتر گھر تباہ وبرباد کردیئے گئے، سارا مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ جب انگریزوں کا جذبۂ قتل وغارتگری کچھ ہلکا پڑا تو فقہاء وعلماء پھر لکھنؤ واپس آئے اور پھر تبلیغ اسلام وقرآن میں مصروف ہوگئے مگر ہمیشہ انگریزوں کی نظر میں کھٹکتے رہے۔ اس ماحول میں بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفتی کے فرزند اپنے والد کی نزاعی کتابیں ترتیب دے دے کر چھپوانے لگے ساتھ ہی بے حد سخت لہجے میں کتابیں بھی تصنیف فرمانے لگے۔ موصوف کے بعد ان کے فرزند اور میرٹھ سے واپس آئے مفتی صاحب کے جانشین کو شیعوں کا مقلّد ہوتے ہوئے انگریزوں نے اپنا مقلِد بنالیا اور ان کو حکومت انگلیشیہ کی فرماں برداری وبہی خواہی کے سلسلے میں شمس العلماء کے لقب سے نوازا گیا۔ لقب ملنے کے کئی مہینے تک ہندوستان بھر کے اخبار ورسائل میں حکومت ہی کے اشارے پر تہنیت نامے چھپتے رہے وہ صرف اس لئے کہ ملت اب الوداع پڑھ لے۔ اب یہ صرف حکومت کے ہیں چنانچہ دونوں شمس العلماء نے تبرّا ایجیٹیشن شروع کرکے پورے ہندوستان میں آگ لگادی جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ دونوں طرف کے علماء خریدے جاتے رہے اور ان کے گلے میں حکومتی قلادۂ بیعت ڈال کے اپنے مقاصد کی تکمیل اور حکومت کی زبان وقلم سے تعریف وتوصیف کرنے کے لئے دنیا کی آسائش فراہم کرکے چھوڑ دیا جاتا تھا چنانچہ مولوی عبدالشکور اور ان جیسوں کو خریدا گیا اور ان سے مدح صحابہ، شیعوں اور شیعوں کے عقائد پر حملوں کے ساتھ شروع کروایا گیا۔ اب کیا تھا ہندوستان میں شیعہ سنی فساد پھوٹ پڑا، جانیں گئیں، کتب خانے جلے، مال ومتاع لُٹا، گھر تباہ وبرباد ہوئے اور اس طرح زرخرید مولویوں نے حکومتی مقاصد کی تکمیل کی۔ اب شمس العلماء حضرات کو تبرّا ایجیٹیشن کو زندہ رکھنا تھا لہٰذا اپنے تلامذہ سے منبر کا سوء استفادہ کروایا اور پھر نمائندہ تلامذہ کے نمائندہ شاگردوں نے اس نزاعی تحریک کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کے لئے اور تبرا ایجیٹیشن کے مفہوم کو زندہ رکھنے کے لئے دینیات کے نصاب میں فروع دین کو چھ کے بجائے صرف ''تبرّا'' کو جگہ دینے کے لئے دس کردیا۔ اور اس طرح سے ہندو پاک کے شیعہ اذہان کو ہمیشہ کے لئے نزاع وفساد کے قصر میں قید کرکے عالمی سطح پر یہود ونصاریٰ کی سیاست کو بھاری تقویت پہنچادی گئی۔ اگرچہ یہ بات ہر شیعہ کے دل ودماغ میں رچی بسی تھی کہ: ''بے حب اہلبیتؑ عبادت حرام ہے'' مگر پھر بھی مذکورہ امر سوچی سمجھی سازش کے تحت انجام دینا پڑا۔ اور آج بھی دونوں فرقوں کے کچھ علماء بی۔ جے۔ پی۔ کے اشارے پر، کچھ حکومت وقت کے اشارے پر اور کچھ امریکہ اور برطانیہ کے اشارے پر قوم کو فتنہ وفساد کی آگ میں جھونک کر دنیاوی فوائد کی تحصیل میں مست وسرشار ہیں۔ اے کاش انھیں عقل سلیم مل جاتی۔

(ادارہ)